مولانا حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی

تحقیق و تنقید

حنفی مذہب کی بجائے نفاذِ شریعت کا مطالبہ کیوں؟

چوری کے متعلق احکامِ الٰہی اور فقہ حنفی!

چوری ایک ایسا جرم ہے جس کی مذمت پر تمام اقوامِ عالم متفق ہیں۔ کیونکہ اس سے انسان کا مال، جو اللہ تعالیٰ نے اس کی زندگی کے قیام کا باعث بنایا ہے، غیر محفوظ ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات مزاحمت کی صورت میں جان بھی چلی جاتی ہے۔ اسے روکنے کے لیے لوگوں نے اپنی عقل سے کئی قانون بنائے جو دنیا کے مختلف ملکوں میں رائج ہیں مگر اس کی روک تھام نہ کر سکے۔ بلکہ انسانوں کی تجویز کردہ سزائیں اس جرم کو ختم کرنے کی بجائے اسے بڑھانے کا باعث ہی بنیں۔ طویل قیدیں بھی چوروں کی عادت ختم کرنے کی بجائے انہیں زیادہ بے باک اور ماہر چور بنانے کا ذریعہ بن گئیں۔ یقین نہ ہو تو دنیا کے سب سے زیادہ مہذب ہونے کے دعویدار ملک امریکہ کو دیکھ لیجئے کہ سزائیں موجود ہونے کے باوجود وہاں نہ کسی کی جان محفوظ ہے نہ مال۔ بلکہ دن بدن چوریاں اور ڈاکے زیادہ ہو رہے ہیں۔

ہاں اللہ تعالیٰ کے قانون[1] میں یہ قوت موجود ہے کہ اس کے نفاذ سے نہ صرف جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں بلکہ مال اور عزت بھی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے، عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

بَيْنَا أَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَشَكَا إِلَيْهِ الْفَاقَةَ ثُمَّ جَاءَهُ آخَرُ فَشَكَا إِلَيْهِ قَطْعَ السَّبِيلِ فَقَالَ يَا عَدِيُّ! هَلْ رَأَيْتَ الْحِيرَةَ؟ قُلْتُ

---

[1] لفظ "قانون" کے معنیٰ بناوٹی قاعدے اور ضابطے" کے ہیں۔ اس کا استعمال صرف مقابلتاً اسلامی احکامات کو سمجھانے کے لیے کیا جاتا ہے، ورنہ اس میں اتنی وسعت بھی نہیں ہے جو حکم الٰہی یا شریعت محمدی میں ہے۔

"لَمْ اَرَهَا وَقَدْ اُنْبِئْتُ عَنْهَا" قَالَ "فَاِنْ طَالَتْ بِكَ حَيٰوةٌ لَتَرَيَنَّ الظَّعِيْنَةَ تَرْحَلُ مِنَ الْحِيْرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ" قُلْتُ "فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ نَفْسِيْ،" "فَاَيْنَ دُعَّارُ طَيِّئٍ الَّذِيْنَ قَدْ سَعَّرُوا الْبِلَادَ؟" — الحديث!

(بخاری ص۵۰۷ ج ۱)

کہ "ایک دفعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ ایک آدمی آیا، اس نے آپؐ کے پاس فاقے کی شکایت کی۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا، اس نے آپؐ کے پاس (چوروں اور ڈاکوؤں کی طرف سے) راستے کاٹ دینے کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عدی! تم نے حیرہ شہر دیکھا ہے؟" میں نے عرض کیا: "میں نے اسے نہیں دیکھا، البتہ مجھے اس کے متعلق بتایا گیا ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم اونٹنی پر سوار ایک عورت کو دیکھو گے جو حیرہ سے اپنے سفر کا آغاز کرے گی یہاں تک کہ کعبہ کا طواف کرے گی، اسے اللہ کے علاوہ کسی کا خوف نہیں ہوگا۔" عدیؓ فرماتے ہیں: "میں نے اپنے دل میں کہا: "اس وقت بنو طے کے بدمعاش، جنہوں نے شہروں میں آگ لگا رکھی ہے، کہاں ہوں گے؟""

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشگوئی اگرچہ وقت کی بے امنی کے پیش نظر تعجب خیز تھی مگر یقیناً سچی ہوئی۔ جب اللہ تعالیٰ کے قانون پر عمل شروع ہوا اور شریعت کی مقرر کردہ سزائیں دی جانے لگیں تو جن چوروں اور ڈاکوؤں نے شہروں میں آگ لگا رکھی تھی، ان کے دماغوں سے چوری اور ڈاکے کا خیال تک مٹ گیا۔ چنانچہ یہی عدیؓ بن حاتم، جو اس پیشگوئی کو سن کر حیران ہوئے تھے اور جو اس وقت کی بدامنی کو دیکھتے ہوئے یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ بنو طے کے مفسدوں کے ہوتے ہوئے یہ کیسے ہو سکے گا، خود فرماتے ہیں:

"فَرَاَيْتُ الظَّعِيْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيْرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ" (بخاری ص۵۰۸ ج۱)

"پھر میں نے خود وہ شتر سوار عورت دیکھی جو حیرہ سے چل کر بیت اللہ کا طواف

کر رہی تھی۔ اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ تھا۔"

یہ اللہ تعالیٰ کے قانون پر عمل کی برکت تھی کہ بدامنی و فساد کے مراکز امن و سلامتی کا گہوارہ بن گئے۔ نہ کسی کی جان کو خطرہ رہا، نہ مال کو اور نہ عزت کو! ۔۔۔ اور جب تک مسلمانوں نے قانونِ الٰہی کو قائم رکھا، ان جیسا امن و سکون کسی قوم کو میسر نہیں ہوا۔ ابتدائی دور کے بعد بھی جس جگہ یا زمانے میں مسلمانوں نے اس پر عمل کیا وہ مثالی امن کی نعمت سے بہرہ مند ہوئے۔ مدت ہائے دراز تک قانونِ الٰہی کے عملی نفاذ سے محروم رہنے کے بعد چند سال پیشتر نجد و حجاز (سعودی عرب) کی سرزمین کو جب یہ نعمت دوبارہ میسر ہوئی تو اس وقت سے وہ تمام دنیا سے زیادہ پُر امن سرزمین بن گئی ہے۔ لوگ اپنی دکانیں کھلی چھوڑ کر چلے جاتے ہیں مگر انہیں چوری کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ رات کسی کی نیند اس خوف سے اچاٹ نہیں ہوتی کہ کہیں میرا سرمایہ حیات چور نہ لے جائیں۔ لوگوں کو چوری اور ڈاکے سے ایسا اطمینان و امن حاصل ہے کہ امریکہ، برطانیہ بلکہ دنیا کے کسی بھی ملک کے لوگ خواب میں بھی اس کا تصور نہیں کر سکتے۔

عالمِ اسلام کی قانونِ الٰہی سے محروم ہونے کی اصل وجہ

مگر یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ سعودی عرب کو چھوڑ کر دوسرے مسلمان ممالک عرصہ دراز سے قانونِ الٰہی سے محروم ہیں۔ اس کے ذمہ دار وہ حکمران ہیں جنہوں نے حدودِ الٰہی کو عملاً نافذ کرنا ترک کر دیا۔ اور ان سے بھی زیادہ اصحابِ علم و فتوٰی ذمہ دار ہیں، جنہوں نے حکمرانوں کے لیے حدودِ الٰہی میں ایسی شقیں ایجاد کر دیں جن کی موجودگی میں حدود کا نفاذ ممکن نہ سمجھا گیا ہے۔

ان حضرات نے سب سے پہلے گذشتہ امتوں کی طرح اقامتِ حدود میں شریف و ضعیف میں تفریق پیدا کی اور اپنے زورِ قانون سازی سے سلاطین کو حدودِ الٰہی سے مستثنیٰ قرار دیا۔ اور ایک ایسا قانون بنا دیا جو نہ اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ چنانچہ کہا گیا ہے:

"وَكُلُّ شَيْءٍ صَنَعَهُ الْإِمَامُ الَّذِي لَيْسَ فَوْقَهُ إِمَامٌ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ إِلَّا الْقِصَاصَ فَإِنَّهُ يُؤْخَذُ بِهِ وَبِالْأَمْوَالِ"

(ہدایہ ناشر ملک سراج دین اینڈ سنز لاہور، ص ۲۱۶ ج ۲)

کہ "وہ امام، جس کے اوپر کوئی امام نہ ہو، جو کچھ بھی کرے، اس

پر حد نہیں[1]۔ مگر قتل وغیرہ کہ اسے قصاص اور مالی لین دین میں مؤاخذہ ہو گا!"

---

[1] بعض لوگ اس قانون کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ جب اس سے اوپر کوئی حاکم ہی نہیں تو اس پر حد کون نافذ کرے گا؟ —— خود تو وہ اپنے آپ پر حد نافذ کرنے سے رہا۔ اگر اس کی مرضی کے خلاف دوسرے لوگ اس پر حد قائم کرنے کی کوشش کریں گے تو فتنہ وفساد کا خطرہ ہے اس فتنہ وفساد سے بچنے کے لیے اس پر حد ختم کی گئی ہے۔

حالانکہ اس عذرِ لنگ کا جواب خود اسی قانون میں موجود ہے۔ کیونکہ یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ قصاص میں اس پر مواخذہ ہو گا۔ چنانچہ یہ سوال یہاں بھی موجود ہے کہ اس سے قصاص کون لے گا؟ جو قوت اس سے بندوں کے حقوق پر مواخذہ کرے گی، اسی قوت پر یہ بھی لازم ہے کہ اسے حقوق اللہ میں پکڑے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی اُمتوں کے تمام لوگوں کو اس بات کا مجرم ٹھہرایا کہ انہوں نے اشراف پر سے (جن میں بادشاہ شریف نمبر ایک ہوتا ہے) چوری کی حد ختم کی۔ اور اسی چیز نے انہیں برباد کر ڈالا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"اِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَاَيْمُ اللهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا" (متفق علیہ، بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۱۴)

کہ "تم سے پہلے لوگوں کو صرف اسی چیز نے ہلاک کیا کہ جب ان میں کوئی شریف (بڑا آدمی) چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی ضعیف (کمزور) آدمی چوری کرتا، اس پر حد قائم کر دیتے تھے۔ اور اللہ کی قسم! اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہؓ چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔"

چوری میں ہاتھ کاٹنا خالص اللہ تعالیٰ کا حق تھا۔ جس کا مطالبہ کرنے کے لیے خود اللہ تعالیٰ نے زمین پر تشریف نہیں لانا تھا۔ یہ حق اس کے بندوں نے ہی نافذ کرنا تھا۔ جن پر اس کی تنفیذ فرض تھی۔ اور جنہیں اسے معاف کرنے یا باطل کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔ پھر ان لوگوں نے بھی فتنہ وفساد کے خوف سے اور دوسری انہی وجوہات کو مدِنظر رکھ کر اسے اپنے بڑوں سے ختم کیا ہو گا، جن وجوہات کے اثبات کے لیے ہمارے ان قانون ساز حضرات نے (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

اس قانون کے ساتھ بادشاہ سے زنا، شراب نوشی، بہتان تراشی کی حد اور چوری پر قطع ید ختم کر دیا گیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ حدود ختم نہ کی تھیں — پھر جب انہوں نے حکمران سے یہ حدود ختم کیں تو رعایا پر انہیں نافذ کرنا آسان نہ رہا، کیونکہ رعایا کے بھڑک اٹھنے کا خطرہ تھا۔ کیونکہ شریف (بادشاہ) چوری کرے، زنا کرے، شراب نوشی کرے، بہتان تراشی کرے اسے سب کچھ معاف ہو، اور ضعیف سے جرم ہو جائے تو اس کی کمر پر درّے برسیں، ہاتھ کاٹے جائیں، سنگسار کیا جائے، ہمیشہ ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے انہیں مجبور ہونا پڑا کہ قانون میں ایسی گنجائش پیدا کریں کہ کسی پر بھی حد نافذ نہ ہو — سوچیے جہاں مجتہدین کے زورِ اجتہاد اور قانون سازوں کی قانون سازی کا رخ ہی ابطالِ حدود کی طرف ہو اور حکمران بھی اپنے عیش و نشاط کو محفوظ رکھنے کے لیے اپنی قلمرو میں صرف ایسے لوگوں کو عہدۂ قضا پر فائز کریں جو ان حکمرانوں کا ہی قانون مانیں، وہاں سے قانونِ الٰہی جلاوطن نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟ یہ قانون، قانونِ حنفی تھا جو خیر القرون کے بعد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اپنی تمام قوتِ استدلال وقف کر رکھی ہے۔ اگر ان کو وہ استدلالات و اندیشے ہلاکت سے نہ بچا سکے تو ہمیں کیا بچا سکیں گے؟

دیکھا جائے تو ایک لحاظ سے ہماری بغاوت پہلے لوگوں کی بغاوت سے بڑھ کر ہے کہ انہوں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق شریف (بڑے لوگوں) سے حد ختم کی، مگر ضعیف پر حد قائم رکھی۔ پھر بھی وہ اللہ کے غضب کا شکار ہو گئے۔ ہم نے بادشاہ سے حد ختم کرنے کے بعد تمام چوروں کی حد ختم کرنے کے لیے بھی قوانین بنا لیے۔ پھر سوچیے ہمارا ٹھکانا کیا ہوگا؟

[نیز حاکم کے بارے میں یہ بہانہ اس لیے بھی غلط ہے کہ اسلام میں اصل بالادستی شریعت کی ہے، جس کے مکلف حاکم و محکوم سب ہوتے ہیں۔ جو شریعت کا حکم اپنے لیے نہ سمجھے، وہ اللہ کا باغی ہوتا ہے۔ اور باغی کو مستثنیٰ کرنے کی بجائے شریعت اس کے ساتھ جہاد کا حکم دیتی ہے]

(ادارہ)

تنبیہ: قصاص جس کو یہاں بادشاہ پر بھی ضروری قرار دیا گیا ہے، اسے باطل کرنے کے طریقوں کے بیان کے لیے ایک مستقل مضمون درکار ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو وہ بھی سپردِ قرطاس کر دیا جائے گا۔

کو فہ کے چند قانون سازوں نے بنایا اور اس کی مختلف شقوں کے ذریعے حدود الٰہی کا نفاذ عملاً غیر ممکن ہو گیا۔ اس دعویٰ کے لیے خارجی دلائل تلاش کرنے کی بجائے اس قانون کی داخلی شہادتیں زیادہ مضبوط دلیل ہیں۔ اور یہی آئندہ صفحات میں پیش کی جائیں گی۔

ابطالِ حدود کا ایک ناکام طریقِ کار :

عالمِ اسلام میں ایسے لوگ بھی رہے ہیں جنہوں نے حُدودِ الٰہیہ سے صاف ہی انکار کر دیا۔ خواہ رجم ہو یا چور کا ہاتھ کاٹنا۔ اب بھی مسلمان کہلانے والے کئی جج، وکیل اور نام نہاد دانشور، منکرینِ حدیث بلکہ دراصل منکرینِ قرآن موجود ہیں جو مغربی افکار سے مرعوبیت کی وجہ سے چور کا ہاتھ کاٹنے کو وحشیانہ سزا قرار دیتے ہیں اور ہاتھ کاٹنے کی صورت میں تمام ملک کے لوگوں کے ٹنڈے کر دیئے جاتے کا خلافِ اسلام پروپیگنڈہ بڑے زور و شور سے کرتے ہیں۔ یہ لوگ قرآن مجید کے فرمان "چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو" کو بھی نت نئے معانی کا جامہ پہناتے رہتے ہیں۔ مقصد ساری تگ و دو کا یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح حدود اللہ کو نافذ ہونے سے روکا جائے۔ مگر عام مسلمان اِن کی رائے کو ایک گمراہ ذہنیت سے زیادہ کوئی مقام دینے کے لیے تیار نہیں۔ کیونکہ ان کے دل سے اُس مبارک دَور کی یاد مٹ نہیں سکتی، جب اِن حدودِ الٰہیہ کی بدولت حیرہ سے تنہا عورت چل کر بیت اللہ کا طواف کرتی تھی اور اسے اللہ کے علاوہ کسی کا خوف نہ ہوتا تھا۔[۳] اور اب بھی وہ بچشمِ سر اِن برکات کو سعودی عرب میں دیکھ رہے ہیں۔ یہ چیز اگر مغربی قوانین یا انسان کے بنائے ہوئے کسی دوسرے قانون کی بدولت ممکن ہوتی تو تاریخ کے کسی دور میں یا موجودہ دور میں ہی، جو تہذیب و تمدن کی ترقی کا دَور کہا جاتا ہے، ان قوانین کی بدولت بھی کسی ملک میں اس امن و اطمینان کی کوئی نظیر ملتی۔ مگر چونکہ ان قوانین کا نتیجہ چوری، ڈاکے، آبروریزی اور بدامنی میں روز افزوں اضافے کے علاوہ کچھ نہیں نکلا، اس لیے عام مسلمان، مغرب کے ان ذہنی غلاموں کی بات کو دل و دماغ میں جگہ دینے کے لیے تیار نہیں ہو سکے اور ابطالِ حدود کے لیے ان کا طریقِ کار عامۃ المسلمین میں موثر نہیں ہو سکا۔

ابطالِ حدود کا کامیاب طریقہ :

ابطالِ حدود کا دوسرا طریقِ کار جو بظاہر کچھ کامیاب بھی ثابت ہُوا، ان لوگوں نے اختیار

کیا جو پورے زور سے اعلان کرتے رہے کہ زنا کی سزا درّے اور رجم ہے، چور کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے، شراب کی حد درّے مارنا ہے —— اپنی تقریروں اور تحریروں میں خلافتِ اسلامیہ کے مبارک دَور کے خواب بھی دکھاتے رہے، عوام کے سامنے حدودِ الٰہیہ کے پاسبان بن کر بھی آئے مگر قانون بناتے وقت صرف کتاب و سنّت پر اکتفاء کرنے کی بجائے اس میں اپنی عقلی موشگافیوں اور دُور از کار شکوک و شبہات کے ذریعے ایسی شقیں شامل کردیں کہ عملاً نہ چور کا ہاتھ کاٹنا ممکن رہا، نہ زانی کو درّے مارنا یا رجم کرنا اور نہ ہی شرابی پر حد نافذ کرنا۔ چونکہ یہ لوگ قانونِ الٰہی کے محافظ ہونے کے روپ میں سامنے آئے اور انہوں نے تنفیذِ حدود کے پردے میں ابطالِ حدود کا کام سرانجام دیا۔ اس لیے ان کے دام ہمرنگِ زمیں سے بہت کم خوش قسمت بچ سکے۔ ورنہ اکثر کا حال وہی ہوا کہ

ے حسنِ سبزے بخطِ سبز مرا کرد اسیر
دام ہمرنگِ زمین بود گرفتار شدم

اس وقت بھی حالت یہ ہے کہ ایک طرف پاکستان کے مسلمان حدودِ اسلامی کے نفاذ کے لیے سخت بے قراری کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور دوسری طرف ان کی اکثریت نے ایسے لوگوں کو اپنا پیشوا اور رہنما بنایا ہُوا ہے جو خلافتِ راشدہ کے نقشے بھی اپنی تحریروں اور تقریروں میں کھینچتے ہیں، اقامتِ دین کا صُور بھی پھونکتے ہیں، تنفیذِ حدود کے نعرے بھی لگاتے ہیں مگر ساتھ ہی ساتھ خلافتِ راشدہ کے ایک عرصہ بعد بنائے جانے والے ایسے قوانین کو نافذ کرنے کا مطالبہ بھی دن رات کر رہے ہیں جنہوں نے حدودِ الٰہیہ کو عملاً معطل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اکثریت کے مدعی نام نہاد علماء اور قائدین باہمی ہزار اختلافات کے باوجود حنفی قانون نافذ کرنے کے مطالبہ میں یک زبان ہیں۔ خواہ وہ بریلوی ہوں یا دیوبندی یا اقامتِ دین کی دعویدار تحریک جماعت اسلامی کے علم بردار، جن کے نزدیک پاکستان میں حنفی قانون کے نفاذ کی دلیل بس یہ ہے کہ یہاں کی اکثریت حنفی ہے۔

حدودِ الٰہیہ کی حفاظت کے لیے ربانی علماء وسلاطین کی کاوشیں :

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کہ اس نے اِن لوگوں کے مقابلے میں ایسے اہلِ علم و فضل بھی رکھے، جنہوں نے ہر طرح قانونِ الٰہی کی پاسبانی کی۔ اس کارواں کے سرخیل وہ فقہاءِ محدثین

ہیں جنہوں نے سندوں کے ساتھ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جمع کر دیا کہ سند دیکھ کر صحیح غیر صحیح کی تمیز بھی ممکن ہو گئی اور اپنی رائے کے ساتھ قانون بنانے کی ضرورت بھی نہ رہی۔ انہوں نے اپنے پاس سے کوئی قانون بنایا نہ کوئی قیاسی موشگافی کی۔ اپنی کتابوں میں صرف ایسے تراجم الابواب قائم کرنے پر اکتفاء کی جن کے ذریعے احادیث کے مفاہیم و معانی بھی نمایاں ہوتے رہیں اور ان کے ذریعے شریعت کے احکام کو مسخ اور حدود اللہ کو معطل کرنے والوں کی عقلی موشگافیوں اور دُور از کار شکوک و شبہات کا رد بھی واضح ہوتا رہے۔ بعض نے ابواب کی ضرورت بھی نہیں سمجھی، احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع ہی ایسی ترتیب سے کر دیا ہے کہ ترتیب خود مطلب کا اظہار کرتی ہے۔ بعض نے صرف احادیث جمع کر دیں اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والے محدثین کے ذریعے ان کی کتابوں کی تبویب بھی کرا دی ہے۔

ان بزرگوں میں امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، مالک، احمد، شافعی، بیہقی، دارقطنی، ابن ابی شیبہ، ابن حبان، ابن خزیمہ اور دوسرے بہت سے ائمہ کرام شامل ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ ان میں سے امام مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ اور کچھ دوسرے ائمہ نے تراجم والابواب کے ساتھ جمع احادیث سے بڑھ کر کچھ استنباطات و اجتہادات بھی پیش فرمائے جو اکثر و بیشتر آیات و احادیث کے مطابق ہیں۔ مگر اجتہادی خطاء سے کون محفوظ رہ سکتا ہے؟ خطاء سے پاک تو صرف وہ احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائے۔ تاہم ان تمام ائمہ کرام نے تعطیلِ حدود کی عام روش کے آگے جس طرح بند باندھا، وہ اسلام کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ ان کے بعد تاریخ میں جہاں کہیں کوئی حد نافذ ہوتی دکھائی دیتی ہے ان لوگوں کی علمی محنت کا نتیجہ اور انہی کے فیض یافتہ علماء و قضاۃ و سلاطین کی بدولت ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء!

میں نے انہی ائمہ کرام کی خوشہ چینی کر کے صحیح احادیث سے اور آیاتِ قرآنیہ سے حدود اللہ کی تفصیل آئندہ صفحات میں پیش کی ہے اور کوشش کی ہے کہ جہاں جہاں قانونِ حنفی میں حدود اللہ کو باطل کیا گیا ہے اس کی نشاندہی قرآن و حدیث کی روشنی میں کر دوں۔ بعض بعض مقامات پر ائمہ ثلاثہ کا موقف بھی پیش کیا ہے، لیکن بطور حجت نہیں۔ صرف حنفی قانون سازوں اور ائمہ ثلاثہ کی عام روش کا تقابل مقصود ہے۔ کیونکہ اصل حجت صرف قرآن و سنت ہے۔

سب سے پہلے میں چوری کی حد کے متعلق اپنی گذارشات پیش کروں گا۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ شروع میں کتاب و سنت سے چور کی تعریف مختصر طور پر بیان کر دوں۔ اس کے بعد حنفی

قانون سازوں کی اسے ختم کرنے کے لیے بنائی ہوئی شقیں عرض کروں گا۔

کتاب وسنّت میں چور کی حد

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ"

"چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو۔ بدلہ اس کا جو انہوں نے کمایا، عبرت اللہ کی طرف سے اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ چور کی حد ہاتھ کاٹنا ہے اور اس کے بڑے مقصد دو ہیں:

۱۔ اس کے جرم کا بدلہ ہی ہاتھ کاٹنا ہے اگر اس سے کم جسمانی سزا یا جیل وغیرہ کی سزا ہو تو نہ اُس کے جرم کا بدلہ ہو سکتا ہے نہ ان مظلوموں کی اشک شوئی جنہیں اس نے مالی نقصان کے ساتھ نہایت ناقابلِ بیان ذہنی اذیت پہنچائی ہے۔ اور اگر اس سے زیادہ جسمانی سزا دی جائے۔ مثلاً اسے قتل کر دیا جائے تو وہ سزا اس کے جرم کے مقابلہ میں زیادہ ہے اور اس پر ظلم ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

۲۔ اس چور کو اور دوسرے تمام لوگوں کو چوری سے روکنے کے لیے عبرت ناک سزا ہاتھ کاٹنا ہی ہے۔ اس سے کم جسمانی سزا یا قید کر دینے میں وہ عبرت نہیں جو اس مجرم کو یا دوسرے لوگوں کو اس جرم سے روک سکے۔ اور اگر اس سے سخت سزا مثلاً بعض ظالم حکمرانوں کی طرح چور کو قتل ہی کر دیا جائے، تو اس سے بھی عبرت کا مقصد مکمل طور پر حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب چور کی زندگی ہی ختم کر دی گئی تو اس کے لیے تو عبرت حاصل کرنے کا موقعہ ہی نہ رہا دوسرے لوگ اسے قتل ہوتے وقت ضرور دہشت زدہ ہوں گے، مگر کچھ مدت کے بعد دوسرے فوت شدہ لوگوں کی طرح وہ بھی ذہنوں سے محو ہو جائے گا۔ اور بطورِ عبرت اس کا وجود باقی نہیں رہے گا۔ ہاں اگر قرآنِ مجید کے حکم کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹا جائے تو خود اسے بھی عبرت ہو گی، ہاتھ کٹتے وقت دیکھنے والے بھی لرزہ براندام ہوں گے اور پھر یہ شخص ساری زندگی کٹے ہوئے ہاتھ کے ساتھ خود اپنے لیے اور دوسرے تمام دیکھنے والوں کے لیے باعثِ عبرت بنا رہے گا۔

قطع ید کے لیے چوری کا نصاب:

چونکہ ہاتھ کاٹنا بہت سخت سزا ہے، اس لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالکل معمولی اور کم قیمت پر ہاتھ نہیں کاٹتے تھے۔ بلکہ آپؐ نے اس کے لیے وہ مقدار متعین فرما دی ہے جس کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا اور اس سے کم قیمت کی چیز میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا:

۱۔ "عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَمْ یَكُنْ یَدُ السَّارِقِ یُقْطَعُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الشَّیْءِ التَّافِهِ وَلَمْ یُقْطَعْ فِیْ اَدْنٰی مِنْ ثَمَنِ حُجْفَةٍ اَوْ تُرْسٍ"

(رَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ فِیْ مُسْنَدِهٖ وَالْاٰخَرُوْنَ ۔ كَذَا فِیْ نَصْبِ الرَّایَةِ بَابُ مَا یُقْطَعُ فِیْهِ وَمَا لَا یُقْطَعُ ۔ ص ۱۰۳/۲۳ مطبع علوی)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں چور کا ہاتھ معمولی قیمت والی چیز میں نہیں کاٹا جاتا تھا۔ اور چمڑے کی ڈھال یا لوہے کی ڈھال سے کم قیمت میں نہیں کاٹا گیا۔"

۲۔ "عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَمْ تُقْطَعْ یَدُ السَّارِقِ فِیْ عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اَدْنٰی مِنْ ثَمَنِ الْمِجَنِّ تُرْسٍ اَوْ حُجْفَةٍ وَكَانَ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ذَا ثَمَنٍ" (بخاری ص ۱۰۰۳ و دیگر کتب احادیث)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ چور کا ہاتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ڈھال "لوہے کی ہو یا چمڑے کی" سے کم قیمت کی چیز کی چوری میں نہیں کاٹا گیا اور ان میں سے ہر ایک قیمت والی تھی۔"

۳۔ "عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَطَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَ السَّارِقِ فِیْ مِجَنٍّ ثَمَنُهٗ ثَلٰثَةُ دَرَاهِمَ"

(بخاری ص ۱۰۰۳ ج ۲ و رواہ مسلم و مالک و ابوداؤد والترمذی والنسائی والدارمی و ابن ماجہ والطحاوی و ابن الجارود والدارقطنی والبیہقی والطیالسی واحمد۔ کذا فی ارواء الغلیل حدیث ۲۴۱۲ ج ۸)

"نافع بیان کرتے ہیں، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ ایک ڈھال کی چوری میں کاٹ دیا، جس کی قیمت تین درہم تھی۔"

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اس ڈھال سے کم قیمت کی چیز چراتے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ نہیں کاٹتے تھے، جس کی قیمت تین درہم ہوتی تھی۔

ڈھال کے اندازے کے علاوہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سونے کے حساب سے اس کی حد واضح طور پر بھی متعین فرما دی ہے:

۴۔ "عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُقْطَعُ الْيَدُ فِي رُبُعِ دِيْنَارٍ فَصَاعِدًا۔"

(اخرجہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی والترمذی والدارمی وابن ماجہ وابن الجارود والطحاوی وابن ابی شیبہ والدارقطنی والبیہقی والطیالسی واحمد واللفظ للبخاری کذافی ارواء الغلیل حدیث ۲۴۰۲ ج ۸)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاتھ دینار کے چوتھے حصے یا اس سے زیادہ میں کاٹا جائے۔"

صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں: "لَا تُقْطَعُ الْيَدُ اِلَّا فِي رُبُعِ دِيْنَارٍ فَصَاعِدًا۔"

"یعنی ہاتھ نہ کاٹا جائے مگر دینار کے چوتھے حصے میں یا اس سے زیادہ میں۔"

احناف نے دس درہم نصاب مقرر کیا ہے، مگر یہ مذکورۃ الصدر متفق علیہ احادیث کے خلاف ہے۔ یہ درست ہے کہ دس درہم یا ایک دینار کی چوری میں بھی ہاتھ کاٹنا لازم ہے کیونکہ وہ تین درہم یا چوتھائی دینار سے زیادہ ہے مگر ایک بھی صحیح حدیث ایسی نہیں کہ دس درہم یا ایک دینار سے کم کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

وہ چیزیں جن کی چوری پر بعض صورتوں میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا:

"عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَّلَا كَثَرٍ۔"

(رواہ مالک والترمذی وابوداؤد والنسائی والدارمی وابن ماجہ۔ مشکوٰۃ ص ۳۱۳)

"رافع بن خدیجؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھل اور کھجور کے درخت کے درمیانی گودے کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔"

دوسری احادیث میں آپؐ نے اس پھل کی تفصیل بیان فرمائی ہے جس کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا مِّنْ مُّزَيْنَةَ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِيْ حَرِيْسَةِ الْجَبَلِ فَقَالَ هِيَ وَ مِثْلُهَا وَ النَّكَالُ وَلَيْسَ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْمَاشِيَةِ قَطْعٌ اِلَّا فِيْمَا اٰوَاهُ الْمُرَاحُ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَفِيْهِ قَطْعُ الْيَدِ وَ مَالَمْ يَبْلُغْ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَفِيْهِ غَرَامَةُ مِثْلَيْهِ وَ جَلَدَاتُ نَكَالٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِي الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ؟ قَالَ هُوَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ وَ النَّكَالُ وَلَيْسَ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ قَطْعٌ اِلَّا فِيْمَا اٰوَاهُ الْجَرِيْنُ فَمَا اَخَذَ مِنَ الْجَرِيْنِ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَفِيْهِ الْقَطْعُ وَ مَالَمْ يَبْلُغْ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَفِيْهِ غَرَامَةُ مِثْلَيْهِ وَجَلَدَاتُ نَكَالٍ۔"

(نسائی (سلفیہ) ص۲۵۷ ج ۲)

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مزینہ قبیلے کا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی: "یا رسول اللہ! پہاڑ سے چرائی ہوئی (بکری) کے متعلق آپؐ کیا فرماتے ہیں؟" فرمایا: "وہ اور اس کی مثل اور سزا۔ اور جانوروں میں ہاتھ کاٹنا نہیں مگر اس میں جسے باڑہ جگہ دے اور ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور جو ڈھال کی قیمت کو نہ پہنچے اس میں دوگنا جرمانہ ہوگا اور سزا کے چند کوڑے۔" اس نے عرض کی: "یا رسولؐ اللہ! (درخت پر) لگے ہوئے پھل کے متعلق آپؐ کیا فرماتے ہیں؟" آپؐ نے فرمایا:

"وہ اور اس کے ساتھ اس کی مثل اور سزا۔ اور کسی درخت پر لگے ہوئے پھل کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا مگر اس میں جو پھل کے ڈھیر میں آجائے۔ تو جو ڈھیر سے چرایا جائے اور ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے اس میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور جو ڈھال کی قیمت کو نہ پہنچے اس میں دوگنا جرمانہ اور سزا کے چند کوڑے ہوں گے۔"

ابوداؤد اور نسائی کی ایک روایت کے شروع میں یہ الفاظ ہیں:

"مَنْ اَصَابَ بِفِیْهِ مِنْ ذِی حَاجَةٍ غَیْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً فَلَا شَیْءَ عَلَیْهِ" (ابوداؤد ص ۶۰۳)

یعنی "کوئی ضرورت مند اگر درخت سے اتار کر پھل کھالے، جھولی بنا کر نہ لے جائے تو اس پر کوئی چیز نہیں۔"

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث الفاظ کی کچھ کمی بیشی کے ساتھ نسائی اور ابوداؤد کے علاوہ ترمذی، دارقطنی، بیہقی، ابن جارود وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ احناف بھی حرز کی شرط کے لیے اسی حدیث کو دلیل بناتے ہیں۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:

۱۔ باہر چرتے ہوئے جانور کو چوری کرنے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا البتہ دوگنا جرمانہ اور سزا کے چند کوڑے لگائے جائیں گے۔

۲۔ باڑے میں آنے کے بعد چوری کرنے پر اگر ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

۳۔ باڑے میں آنے کے بعد چوری کرنے پر اگر ڈھال کی قیمت سے کم ہو تو دوگنا جرمانہ اور سزا کے چند کوڑے لگائے جائیں گے۔

۴۔ کوئی ضرورت مند درخت پر سے پھل اتار کر کھالے، ساتھ نہ لے جائے تو اس پر نہ سزا ہے نہ جرمانہ۔

۵۔ درخت سے اتار کر پھل ساتھ لے جائے خواہ تر پھل ہو جیسے کھجور سنگترہ مالٹا وغیرہ یا خشک مثلاً بادام پستہ چلغوزہ وغیرہ تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا البتہ دوگنا جرمانہ ہو گا اور سزا کے چند کوڑے۔

۶۔ پھل جب ڈھیر میں جمع کر دیا جائے خواہ تر ہو مثلاً کھجور، مالٹا، کیلا وغیرہ، خواہ خشک

مثلاً بادام اخروٹ پستہ وغیرہ تو ڈھیر میں سے چرانے پر اگر ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

۷۔ ڈھیر سے چرانے کی صورت میں اگر نصاب کو نہ پہنچے تو دوگنا جرمانہ ہوگا اور سزا کے چند کوڑے۔

معمولی چیز ہو یا غیر معمولی نصاب کو پہنچ جائے تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا:

"عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰہُ السَّارِقَ یَسْرِقُ الْبَیْضَۃَ فَتُقْطَعُ یَدُہٗ وَیَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ یَدُہٗ۔" (متفق علیہ، بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۱۳)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے انڈا چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور رسی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے"۔

(بخاری مسلم و دیگر کتب احادیث)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مستثنیٰ کردہ جانور اور پھل کی چوری کی صورتوں کے علاوہ کسی معمولی چیز کی چوری بھی کرے مثلاً انڈے چرائے یا رسی چرائے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ نصاب کو پہنچ جائے تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ چوری کسی کے گھر سے کرے یا مسجد وغیرہ سے، جہاں داخلہ کی عام اجازت ہو، ہاتھ کاٹ دیا جائے گا:

"حَدَّثَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَطَعَ یَدَ رَجُلٍ سَرَقَ تُرْسًا مِنْ صُفَّۃِ النِّسَآءِ ثَمَنُہٗ ثَلَاثَۃُ دَرَاھِمَ۔" (ابوداؤد ص ۶۰۲)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا جس نے عورتوں کے صفّہ سے ایک ڈھال چرائی تھی۔ جس کی قیمت تین درہم تھی۔"

یہ حدیث ابوداؤد کے علاوہ مسند احمد، نسائی میں بھی ہے اور اس کے راوی بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ چور کسی کے گھر کے علاوہ اگر کسی عام داخلے والی جگہ مثلاً مسجد وغیرہ سے چوری کرے تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جائے گا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ چور کا ہاتھ کاٹنے کے لیے بند دروازے کو کھول کر چوری کرنا یا کسی محافظ کی حفاظت سے چوری کرنا شرط نہیں کیونکہ عورتوں کے صفہ میں یہ شرائط ثابت نہیں۔

حاکم کے پاس مقدمہ پیش کرنے کے بعد مال کا مالک بھی چور کو معاف نہیں کر سکتا:

"عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاؤسٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّهُ سُرِقَتْ خَمِيْصَتُهُ مِنْ تَحْتِ رَأْسِهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِيْ مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ اللِّصَّ فَجَاءَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِقَطْعِهِ فَقَالَ صَفْوَانُ أَتَقْطَعُهُ قَالَ فَهَلَّا قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِيْ بِهِ تَرَكْتَهُ"

"حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں سوئے ہوئے تھے کہ کسی نے ان کے سر کے نیچے سے ایک چادر چُرالی، انہوں نے چور کو پکڑ لیا اور اسے لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔ آپؐ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ صفوان نے کہا: "کیا آپؐ اس کا ہاتھ کاٹ دیں گے؟" آپؐ نے فرمایا: "تو میرے پاس لانے سے پہلے تم نے اسے کیوں نہیں چھوڑ دیا"

"عَنِ ابْنِ طَاؤسٍ عَنْ طَاؤسٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ ...... فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ هٰذَا سَرَقَ خَمِيْصَةً لِيْ لِرَجُلٍ مَعَهُ فَأَمَرَ بِقَطْعِهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ قَدْ وَهَبْتُهَا لَهُ قَالَ فَهَلَّا قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِيْ بِهِ"

(مسند احمد ج ۶ ص ۴۶۶ - ۴۶۵)

"صفوانؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے ایک آدمی کے متعلق، جو میرے ساتھ تھا، کہا: "یا رسول اللہ، اس نے میری ایک چادر چرائی ہے" تو آپؐ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ صفوانؓ نے

کہا "یارسول اللہ! میں نے یہ چادر اسے ہبہ کر دی!" آپ نے فرمایا "تم نے اسے میرے پاس لانے سے پہلے کیوں ایسا نہیں کیا؟"

یہ حدیث صحیح ہے اور مسند احمد کی روایت کے رجال بخاری مسلم کے راوی ہیں۔

طاؤس کے علاوہ صفوان بن اُمیہ سے کئی اور اصحاب نے بھی یہ روایت بیان کی ہے جن میں بعض میں وہ چادر اس کے پاس بیچنے کا ذکر بھی ہے۔ یہ طرق ابو داؤد، نسائی، ابن جارود، حاکم، بیہقی وغیرہ میں موجود ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حاکم کے پاس جرم ثابت ہو جانے کے بعد چور کو قطع ید سے بچانے کی کوئی صورت نہیں۔ مال کا مالک بھی اسے نہیں چھوڑ سکتا، خواہ وہ چیز اسے ہبہ کر دے ——— ہاتھ بہر صورت کاٹ دیا جائے گا۔

(جاری ہے)

شعر و ادب

جناب ابو سعید قاری حافظ عصمت اللہ

شیخ الحدیث حضرت حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ

عالمِ دینِ مبیں شیخ الحدیث
عاملِ دینِ متیں شیخ الحدیث

وہ محمد قلبِ مصباح الہدیٰ
پاک طینت، پاک بیں شیخ الحدیث

بے ریا و بے ضرر تھے صاف گو
دین کے تھے خوشہ چیں شیخ الحدیث

دُور اس نے کر دیے وہم و گماں
حافظِ ناموسِ دیں شیخ الحدیث

ابرِ گوہر بار تھے وہ حبذا
بہر سکانِ زمیں شیخ الحدیث

خوب تھے شیخ العرب، شیخ العجم
باصفا، زہرہ جبیں، شیخ الحدیث

ہر مسلماں کی دعا اِغفِر لَہٗ
وہ موحد تھے حسیں شیخ الحدیث

ان کا دے مولا ہمیں نعم البدل
رہروِ خلدِ بریں شیخ الحدیث

خادمِ دینِ رسولِ ہاشمی ﷺ!!
پاک دامن جانشیں شیخ الحدیث